مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر : لہو پکارے گا آستین کا

(عالمِ اسلام پر امریکی جبر و استبداد کے پس منظر میں نصرت خداوندی کے آثار و قرائن)

امت مسلمہ اس وقت جن چیلنجوں سے گزر رہی ہے اس پس منظر میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ایسے دعوتی اور مثبت مضامین شائع کیے جائیں جس سے ان کے قلوب کو تسکین ہو زیر نظر مضمون کا بھی اسی تناظر میں مطالعہ کیا جانا چاہیے .... (ادارہ)

آج سے تین ہزار تین سو سال قبل براعظم افریقہ میں دریائے نیل کے کنارے اس وقت دنیا کی ایک عظیم ترین سلطنت قائم تھی جس کے حکمران کا نام رعمسیس دوم تھا' اس نے انسانی تاریخ میں سفاکی و بربریت کی وہ نظیر قائم کی کہ شاید قیامت تک کوئی اس کا مقابلہ کر سکے' اس نے اپنی ہی حکومت کے زیر نگیں چھ لاکھ پر مشتمل ایک ہی قوم کے کم از کم دس ہزار نوزائیدہ بلکتے سسکتے معصوم بچوں کو خود ان کی ماؤں کی آنکھوں کے سامنے ان کے پیدا ہوتے ہی بے دردی سے بکروں اور مینڈھوں کی طرح ذبح کیا تھا صرف اس خدشہ سے کہ کسی نجومی کی پیشنگوئی کے مطابق ان ہی میں سے ایک بچہ بڑا ہو کر اس کی سلطنت پر قبضہ کرنے والا تھا۔ اس کی یہ سنگدلی ایسی تھی کہ زمین پھٹتی اور وہ تڑپ تڑپ کر سب کے سامنے دھنس جاتا اور بعد میں آنے والوں کیلئے عبرت بنتا' لاکھوں کروڑوں ماؤں سے زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرنے والے آقا و مولیٰ کو اس پر غصہ آیا لیکن اس کی حلیم و بردبار ذات بے ہمتا نے اپنی بے پناہ حکمت کے پیش نظر اس سے انتقام کو موخر کر دیا اور ایسے وقت حیرت انگیز طریقہ پر اس کی گرفت کی کہ دنیا کے کسی بھی انسان کو شاید ہی گمان ہوتا کہ اس وقت اس پر قدرت کی مار پڑنے والی ہے جس دریا نے اس کے ظلم و ستم سے حکم خداوندی سے ہجرت کرنے والے اس وقت کے نبی اور ان کے متبعین کو خشک راستہ دے کر پار کرایا وہی دریا اس کی غرقابی کا سبب بنا' یہ مظلوم قوم بنی اسرائیل تھی جو اسوقت راہ حق پر تھی اور ان کے نبی حضرت موسیٰ تھے اور یہ جابر حکمران فرعون تھا جس کی لاش آج بھی مصر کے عجائب گھر میں پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ۔ دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

بابل کی آشوری حکومت میں بھی اپنے وقت کا ایک ظالم ترین بادشاہ تھا جس نے اس وقت روئے زمین پر بسنے والے خدا کے محبوب ترین بندہ کو صرف اس جرم کی پاداش میں کہ وہ صرف اللہ ہی کی کبریائی و بڑائی کا اعلان کر رہے ہیں بھڑکتی آگ کے شعلوں کے سپرد کر دیا تھا یہ الگ بات تھی کہ وہ شعلے حکم خداوندی سے ان کیلئے گل و گلزار بن گئے' یہ سنگدلی بھی ایسی تھی کہ

اگر اسی وقت آسمان سے آگ برستی اور اس کو جلا کر راکھ کر دیتی تو بھی اس کے ظلم و جور کے مقابلہ میں یہ سزا ہیچ تھی وہ بادشاہ نمرود تھا اور اللہ کے وہ محبوب بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔

افغانستان میں امریکہ کی بربریت اور عراق میں اس کی سفاکی اسی فرعونیت کی ایک جھلک تھی' آخر عراق کے ۱۲ سالہ علی عباس نے وہ کونسا جرم کیا تھا کہ جب اس نے نصف شب کو بستر پر آنکھیں کھولیں تو امریکی میزائل نے اس کے دونوں ننھے منے ہاتھوں سے اس کو محروم کر دیا تھا' اس کے دونوں پیر مفلوج ہو گئے تھے' اس کے جسم کا رواں رواں تڑپ رہا تھا' وہ اپنے سایہ پدری سے دیکھتے ہی دیکھتے محروم ہو گیا تھا' اسی کے ساتھ کھیلنے والے اس کے بھائی بہن بھی راہی جنت ہو چکے تھے' اس کی نگاہیں جام شہادت نوش کرنے والی اپنی ممتا کی تلاش میں بے قرار تھیں' اس کی آنکھوں سے نہ رکنے والے آنسوؤں کی جھڑی نے کبھی نہ رونے والوں کو بھی رلا دیا تھا' مستقبل کا اس کا خواب چکنا چور ہو چکا تھا' اس کی معصوم خواہشیں زیر زمین دھنس گئی تھیں اور اس کی آرزوؤں کا ڈھانچہ ملبوں کے ڈھیر میں دب چکا تھا۔

دو سال قبل درندہ صفت امریکی فوجوں کی بندوقوں کی نوک پر افغانستان سے طالبان کو جب شیروں اور چیتوں کے پنجروں میں بند کر کے کیوبا منتقل کیا گیا اور میڈیا کے ذریعہ ان کی بے بسی کی تصویریں دنیا تک پہنچیں تو اس کو دیکھ کر سنگدل انسانوں کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل گئے' ان کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ دونوں ہاتھ پیچھے باندھ دیئے گئے تھے' کانوں میں روئی ٹھونس دی گئی تھی اور زبانوں کو بند کر دیا گیا تھا' پیروں میں زنجیریں تھیں مسلسل کئی دنوں سے ان کو بھوکا رکھا گیا تھا اور آنکھوں میں تیز روشنی ڈال کر ہفتوں سے ان کو سونے سے بھی محروم کر دیا گیا تھا' زبان تھی لیکن بول نہیں سکتے تھے' آنکھیں تھیں لیکن دیکھ نہیں سکتے تھے' پیر سلامت تھے لیکن چل نہیں سکتے تھے' کان محفوظ تھے لیکن سننے سے محروم تھے اس پر مستزاد یہ کہ ان کو ایسے تنگ پنجروں میں بند کر دیا گیا تھا کہ رکوع کی حالت میں وہ تھے اور سیدھے کھڑے بھی نہیں ہو سکتے تھے' کابل و قندھار سے جب ان کو ہوائی اڈہ منتقل کیا گیا تو ان کو ایسے ٹرکوں میں بند کر دیا گیا تھا کہ بے زبان جانوروں کو بھی رحم آیا' بھیڑ بکریوں کی طرح ان کو اس طرح ایک دوسرے کے اوپر ڈال کر پیچھے سے دروازہ بند کر دیا گیا تھا کہ اس میں ہوا کا گزر بھی نہیں تھا اور سانس لینا بھی مشکل تھا' دم گھٹ کر اسی میں اس وقت درجنوں لوگ شہید ہوئے' پیاس کی شدت سے جب ان کی حالت ناگفتہ بہ ہوئی اور بے قراری بڑھی تو وہ اپنے ساتھی قیدیوں کے بدن سے گرمی کی شدت سے نکلنے والے پسینوں کو چوس کر اپنی پیاس بجھانے پر مجبور ہوئے۔ ان شیطان صفت درندوں کا یہ انتقام محض اس لئے تھا کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لائے تھے اور اسی کا نظام اس کی سرزمین پر قائم کرنا چاہتے تھے وما نقموا منهم الا ان يؤمنوا بالله العزيز الحميد۔

ان مذکورہ بالا امریکی جبر و استبداد کے واقعات کو جب فرعون و نمرود کے مظالم کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں عادت اللہ اور خدائی نظام پر غور کیا جاتا ہے' تو ہمیں ایک گونہ اطمینان ہوتا ہے کہ اس امریکی بربریت پر بھی یقیناً خدا کو جلال آیا ہے۔ لیکن مصلحت و حکمت کے پیش نظر ان ظالموں سے اس دنیا میں انتقام و بدلہ میں تاخیر ہو رہی ہے' اس سلسلہ میں رب

کائنات کی طرف سے قرآن میں بیان کئے گئے دو ضابطوں اور اصولوں پر اگر ہماری نظر ہو تو مؤمن کا دل اس سے شدید سخت ترین حالات میں بھی مطمئن رہتا ہے۔ پہلا اصول یہ ہے کہ ظالموں کو قدرت کی طرف سے آخری درجہ کی چھوٹ دی جاتی ہے کہ ان کے بس میں جور وظلم کے جو امکانات ہیں وہ ان کو بروئے کار لائیں تا کہ ان کی جب پکڑ ہو تو اتمام حجت بھی ہو جائے' ارشاد خداوندی ہے ہم ظالموں کو ہر طرح کی مہلت دیتے ہیں پھر جب ہم ان کی پکڑ کرتے ہیں تو ہماری پکڑ سخت ترین ہوتی ہے۔ واملی لھم ان کیدی متین۔ دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ سرکشوں و نافرمانوں و باغیوں کی پکڑ ایسے وقت اور اس انداز سے ہوتی ہے کہ دنیا والوں اور خود مظلوموں کو بھی اس طریقہ پر ان کی گرفت کا شان و گمان بھی نہیں ہوتا فنستدرجھم من حیث لایعلمون وہ اپنی طاقت وقوت کی نشہ میں چور رہتے ہیں' ہر طرح کے وسائل ان کو حاصل ہوتے ہیں ان کی شکست کے دور دور تک آثار و قرائن نظر نہیں آتے' دنیا یہ سمجھتی ہے کہ اب ان کا مقابلہ کسی قوم و جماعت کے لئے ان حالات میں ممکن نہیں حتیٰ کہ اپنے وقت کے کامل الایمان اللہ کے برگزیدہ رسولوں پر بھی ان کی شکست کے متعلق مایوسی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے حتی اذا استیاس الرسل نبیوں کی زبان سے بھی اللہ سے یہ سوال ہونے لگتا ہے کہ اے اللہ تیری یہ مدد کب آنے والی ہے حتی یقول الرسول والذین امنوا معه متی نصر الله' قرآن کی روشنی میں یہی کیفیت اس وقت اسرائیل اور امریکہ کی ہوگئی ہے کہ ظاہری اسباب و وسائل کے پس منظر میں ان کو شکست دینا عالم اسلام کے لئے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن نظر آرہا ہے لیکن قرآن ہم سے مخاطب ہے کہ خدائی پکڑ اور ان کی گرفت کا یہی موقع ہے کہ ظالم نے ظلم کی بھی حد کر دی ہے اور اہل ایمان بھی ان کی شکست و ہزیمت سے مایوس ہو گئے ہیں' وہ زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ عراقی مسلمانوں کی مظلومیت جلد ہی رنگ لانے والی ہے' کیوبا میں قید طالبان قیدیوں کی آہیں اپنا اثر دکھانے والی ہیں' فلسطین کے معصوم یتیموں اور بیواؤں کی التجائیں ظالموں کو کیفر کردار تک پہونچانے والی ہیں لیکن اے مسلمانو...... ! یہ انتقام تمہاری عجلت پر نہیں ہوگا بلکہ اللہ کی عادت کے مطابق ہوگا' اس وقت فوری نہیں ہوگا خدائی حکمت و مصلحت پر مبنی ہوگا' ان کی شکست کے آثار و قرائن کے بعد نہیں ہوگا بلکہ ان کے عروج و ترقی اور طاقت وقوت کے مظاہروں کے دوران ہوگا' تمہاری امید کے مطابق نہیں ہوگا بلکہ مایوسی و قنوطیت کے آخری درجہ میں پہنچنے کے بعد ہوگا' موجودہ حالات میں نہیں ہوگا دعوتی اعتبار سے تمہاری ذمہ داریوں کی ادائیگی کے بعد ہوگا۔

قرآن کی روشنی میں مومنوں کی فتح و نصرت اور ظالموں کی شکست و گرفت کے لئے ان دو شرطوں کی تکمیل کے باوجود اس کے بین السطور ایک اور تیسری شرط بھی ہے جس کی طرف بالعموم ہمارا ذہن نہیں جاتا اور وہ شرط بھی پوری نہیں ہوئی ہے یعنی اتمام حجت کے لئے ان تمام ظالموں تک دین کی دعوت کا پہنچنا' اس وقت دنیا والوں کے مطابق وہ ظالم ہیں اور ہم مظلوم لیکن دعوتی نقطہ نظر سے وہ مظلوم ہیں اور ہم ظالم۔ اس لئے خدا کی دھرتی پر رہ کر اس کے بے پناہ انعامات کے باوجود ہم نے اب تک خدا کا پیغام ان تک نہیں پہنچایا' قرآنی دعوت سے ان کو واقف نہیں کرایا' سالہا سال ان کے ساتھ ہم نے ایک ہی شہر اور ملک میں رہ کر گزارے' اذان میں اللہ اکبر کے الفاظ سن کر وہ یہ سمجھتے رہے کہ اس میں مغل بادشاہ اکبر کا نام لیا جاتا ہے ہم نے ان کو یہ تک

نہیں بتایا کہ یہ اللہ رب العزت کی حقیقت ہے اور اس کی کبریائی کا اعلان ہے' وہ ہم سے کہتے رہے کہ تم میں اور ہم میں فرق کیا ہے سوائے اس کے کہ تم قبروں پر سجدہ کرتے ہو اور ہم بتوں کے آگے سر جھکاتے ہیں' ہم نے ان سے اس کی وضاحت نہیں کی کہ اس قبر پرستی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے' ہم تو سوائے اللہ کے نبیوں اور ولیوں کو بھی پکار نہیں سکتے اور ان سے کوئی چیز طلب نہیں کر سکتے' ہم نے کفر و شرک کی قباحتوں سے ان کو باخبر نہیں کرایا' توحید کے دلائل ان کو نہیں سنائے' آخرت میں دوبارہ زندہ ہونے اور مالک حقیقی کے سامنے سب کی لازمی پیشی اور حساب کتاب کی معقول و منطقی باتیں ان کو نہیں سنائیں' خدا مشرک جہنمیوں سے پوچھے گا کہ کیا تمہیں توحید کا پیغام نہیں پہنچا تھا تو وہ کہیں گے کہ اے رب.......... ! یقیناً تیرے بندوں نے ہمیں بتایا تھا لیکن ہم نے ہی جھٹلایا الم یاتکم نذیر قالو بلی فقد جاء نا نذیر فکذبنا و قلنا ما نزل اللہ من شئی کیا عالم انسانیت کے موجودہ حالات میں اس وقت روئے زمین پر بسنے والی چار ارب نسل انسانی معاذ اللہ جہنم میں ڈالے جانے کے بعد ان ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے متعلق یہ کہنے کی پوزیشن میں ہے کہ اے رب تیرے ان بندوں نے ہمیں جہنم سے ڈرایا تھا اور توحید کا پیغام پہونچایا تھا' جواب یقیناً نفی میں ہے' ہم نے ان دس فی صد بندگان خدا کو تو اسلامی تعلیمات سے واقف کرایا جو اسلام کا مطالعہ کرنا چاہتے تھے اور اس کے متعلق جاننا چاہتے تھے لیکن ان نوے فی صد انسانوں تک جو اسلام سے واقف بھی نہیں ہونا چاہتے بلکہ اپنی شرک و کفر کی آلودگیوں میں مگن ہیں اور اپنے اس جرم عظیم کا انہیں احساس بھی نہیں ان کی نظروں سے اتمام حجت کے لئے توحید و رسالت کے دلائل گزارنے کے لئے ہم نے کیا کیا......؟

یہ وہ سوالات ہیں جن کا قولاً نہیں عملاً جواب دیئے بغیر خدائی نصرت و مدد اور ظالموں کی پکڑ کی امید نہیں کی جاسکتی' ہماری یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ ہم ان کو ایمان قبول کرنے کے لئے مجبور کریں اور لازماً ان کا ہاتھ پکڑ کر داخل اسلام کریں یہ تو رسولوں اور نبیوں کے بس میں بھی نہیں تھا سوائے خدا کے اس پر کسی کا بس نہیں چلتا لیکن یہ تو ہمارے بس میں ہے بلکہ ہمارے فرائض میں داخل ہے کہ ہم ان کو لازماً شرک کی قباحتوں سے آگاہ کریں اور توحید کے دلائل سنائیں' خدا کے یہاں نتائج پر ثمرات مرتب نہیں ہوتے بلکہ مساعی و نیتوں پر ہوتے ہیں حضرت نوحؑ نے ایک ہزار سال تک دعوت کا کام کیا اور بمشکل چند سو لوگوں کو ان کے ہاتھ پر ہدایت نصیب ہوئی ان کے مقابلہ میں ہماری امت میں دسیوں ایسے بزرگان دین تھے جن کے ہاتھوں لاکھوں لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی لیکن ایسے کروڑوں اولیاء اللہ پر حضرت نوحؑ کا درجہ قلت نتائج کے باوجود اللہ کے یہاں بڑھا ہوا ہے' لہذا ہمیں بھی نتائج کی امید و دعا کرتے ہوئے لیکن اس پر انحصار نہ کرتے ہوئے اپنی دعوتی کوششیں جاری رکھنی چاہیے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ آخرت میں اپنی گرفت سے بچنے کے لئے اور اس دنیا میں اللہ کے دشمنوں کی شکست کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے ہم اپنی اس مجرمانہ غفلت کو محسوس کریں اور اپنے ان دعوتی فرائض کو اولین فرصت میں انجام دینے کی کوشش کریں' جس دن ہمیں اپنی اس ذمہ داری کا احساس ہوگا اور مجموعی طور پر امت کی اکثریت عملاً اس میدان میں قدم رکھے گی اسی دن دشمن کی شکست اور ہماری فتح کا فیصلہ ہوگا۔